مواعظ حکیم الامتؒ اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ
الامداد
لاہور پاکستان

مدیر مسئول
مشرف علی تھانوی

مدیر
خلیل احمد تھانوی

شمارہ ۸	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ رجولائی ۲۰۰۰ء	جلد ۱

وعظ

مواساۃ المصابین
(مصیبت زدوں کی غمخواری)

از افادات : حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات وحواشی : مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے ⊙ زر سالانہ ۱۰۰/ روپے

پتہ دفتر
ماہنامہ الامداد
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر
۵۴۲۲۲۱۳-۴۴۸۰۶۰

ناشر :- مشرف علی تھانوی
مطبع :- ہاشم اینڈ حماد پریس
۱۳/ اے سٹریٹ ۲۱، فردوس پارک لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

الوعظ المسمّٰی بہ

مواساۃ المصَابین[1]

(مصیبت زدوں کی غمخواری)

یہ وعظ مصیبت زدہ لوگوں کی ہمدردی اور شفقت و ترحم کے بارے میں ہے[2] اس کے دو جز ہیں۔ جز اول کا بیان ۴/ذی الحج سنہ ۱۳۳۰ھ کو بروز جمعہ جامع مسجد تھانہ بھون میں ہوا۔ اور جزو دوم کا بیان جناب منشی محمد اکبر علی صاحب[3] مرحوم کے مکان پر جو کہ تھانہ بھون میں ہے ۵/ذی الحج سنہ ۱۳۳۰ھ کی شب کو ہوا۔ دونوں بیان بیٹھ کر ہوئے۔

مولوی سعید احمد صاحب مرحوم[4] نے انہیں قلم بند فرمایا۔

---

(۱) آج کل بھی چونکہ بلوچستان میں قحط پڑا ہوا ہے اور لوگ مصیبت کا شکار ہیں ان کی مدد کرنے کی اشد ضرورت ہے یہ مضمون اس کے مناسب حال ہے (خلیل احمد تھانوی) (۲) مصیبت زدہ کے ساتھ ہمدردی کرنا (۳) مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھائی ہیں (۴) مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کے بڑے بھائی ہیں

خطبہ ماثورہ

الحمدلله نحمده ونستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد ان سيدنا و مولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله و اصحابه و بارک وسلم .

اما بعد : فاعوذ بالله من من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم . قال النبى صلى عليه وسلم . الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء [1] .

تمہید

یہ عبارت جو میں اس وقت پڑھی ہے ایک حدیث یعنی ارشاد نبوی ہے اس میں حضور ﷺ نے بندگان خدا[2] کے ساتھ رحم اور محبت کی ترغیب اور فضیلت بیان کی ہے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو طبعی طور پر رحم کرنے کو اچھا نہ سمجھتا ہو کسی کو بھی اس میں اختلاف نہیں تو ایسا امر[3] جو سب کے نزدیک مانا ہوا

---

(۱) بعد از خطبہ ماثورہ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا (۲) خدا کے بندوں (۳) ایسا کام جس کو سب تسلیم کرتے ہوں

ہے اور قدرتی طور پر سب کے دل میں اس کی خوبی مسلم ہے[۱] اگر وہ قرآن و حدیث میں بھی ہو تو سمجھنا چاہئیے کہ وہ بہت ہی موکد ہوگا[۲] کیونکہ شریعت کا معمول یہ ہے کہ جو امر طبعی طور پر سب کے نزدیک اچھامانا گیاہواس کازیادہ اہتمام نہیں کرتی۔ کیونکہ اس کو تو لوگ خود ہی کریں گے اگر باوجود طبعی ہونے کے اس کا اہتمام کرے تو یقیناً معلوم ہوجائے گا کہ بہت ہی ضروری ہے۔ رحم بھی اسی قبیل[۳] سے ہے کہ اس کو ہر شخص طبعاً اچھا سمجھتا ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ شریعت کو اہتمام کیساتھ اسکی ترغیب دینے کی ضرورت نہ تھی مگر اس حدیث میں بڑے اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے معلوم ہوا کہ یہ بہت ضروری چیز ہے۔

فضیلت رحم

حضور ﷺ فرماتے ہیں الراحمون یرحمھم الرحمن کہ رحم کی بڑی خاصیت یہ ہے کہ رحم کرنے والے پر حق تعالیٰ رحم فرماتے ہیں دیکھو یہ تھوڑی فضیلت نہیں بہت بڑی فضیلت ہے خدا کی رحمت سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کی صفات دو طرح کی ہیں، بعض صفات کے آثار کی تمنا تو بعض حالات میں ہوتی ہے ہر وقت نہیں ہوتی مثلاً عدل یہ بھی خدا کی ایک صفت ہے جس کے معنی ہیں کہ ہر کام کے مقتضاء پر[۴] پورا حکم کرنا ظاہر ہے کہ گنہگار آدمی کو تو عدل سے ڈر لگے گا۔ اس کو عدل کی تمنا کب ہوگی۔ لیکن یہ صفت رحمت ایسی ہے کہ اس کی تمنا ہر وقت اور ہر شخص کو ہے طاعت میں بھی اور گناہ

(۱) اس کی خوبی طے شدہ ہے (۲) اس کی بہت تاکید کی جائیگی (۳) رحم بھی اسی قسم سے ہے (۴) جیسا اس کام کا تقاضہ ہو اس کے مطابق فیصلہ کرنا

میں بھی بلکہ گناہ میں تو اس کی بہت ہی ضرورت ہے کیونکہ یہ رحمت ہی ہے کہ باوجود اس قدر نافرمانی کے پھر بھی مواخذہ[1] نہیں ہوتا دنیاوی حکام ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ کرتے ہیں مگر خدا کی رحمت ہے کہ بڑے بڑے گناہوں پر بھی انعامات بند نہیں فرماتے۔ علاوہ گناہوں کے اگر ہم کوئی نیک کام بھی کرتے ہیں تو اس کو پورا پورا بجا نہیں لاتے[2] اور کسی گناہ کو چھوڑتے نہیں تو ایسے بہت کم ہیں جو خدا کے خوف سے چھوڑتے ہوں بہت لوگ خوش ہوتے ہوں گے کہ ہم چوری نہیں کرتے مگر وہ اس لیے نہیں کرسکتے کہ تقدس و بزرگی کو بٹہ لگ جائے گا یا خاندان کا نام بدنام ہوجائے گا یا انہیں اس کا داعیہ[3] بھی پیدا نہیں ہوتا خدا کا خوف کرکے بچنے والے بہت کم ہیں یہی وجہ ہے کہ جس چوری میں بدنامی نہ ہو اس سے بچنے والے شاذو نادر[4] ملتے ہیں مثلاً کسی نے امانت کسی کے پاس رکھوائی اس کو خرچ کر لیتے ہیں قرض لیکر ادا نہیں کرتے دوسرا شخص بے چارہ پریشان پھرتا ہے اور یہ بے حیا بن کر اس کا مال اڑاتے ہیں اکثر لوگ جو یتیموں کو پرورش کرتے ہیں بے دریغ[5] ان کا مال خرچ کرتے ہیں اور پھر خوش ہیں کہ ہم چوری نہیں کرتے اگر خدا کے خوف سے چوری نہیں کرتے تھے تو وہ خوف خدا ان باتوں میں کہاں چلا گیا۔

اور جو لوگ واقعی خدا کے خوف سے گناہ چھوڑتے ہیں ان میں بھی گناہ کے ہر درجہ سے بچنے والے بہت کم نکلیں گے بہت آدمی خدا کے خوف سے زنا نہیں کرتے مگر زنا کے ہر درجہ سے بچنے والے بہت کم لوگ ہیں حدیث نے اس کا فیصلہ کردیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ العینان تزنیان کہ آنکھ سے بھی زنا ہوتا ہے

(۱) پکڑ نہیں ہوتی (۲) ادا نہیں کرتے (۳) ان کے دل میں اس کا تقاضہ ہی پیدا نہیں ہوتا (۴) کم کم (۵) بے لحاظ

فی صدی[1] پانچ بھی اس سے پاک نہ ملیں گے اور جو اس سے بھی بچتے ہیں وہ کان کے زنا سے نہیں بچتے یعنی لذت کے لیے کسی محبوب کی باتیں سننا زبان سے بھی زنا ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں والقلب یزنی یتمنی و یشتہی کہ دل سے بھی زنا صادر ہوتا ہے جبکہ وہ آرزو اور شہوت سے کسی کا خیال کرتا ہے کہ فلانی عورت مل جاوے تو کیا اچھا ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو دل میں کسی کے حسن و جمال کو سوچ سوچ کر مزے لیتا ہے یہ دل کا زنا ہے۔

پڑھے لکھے لوگ کہیں کہ یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے میں کہتا ہوں کہ چھوٹی چنگاری بھی کبھی چھپر میں لگ جاتی ہے تو سب کو خاکستر[2] کر ڈالتی ہے یہ چھوٹا زنا بھی ایمان کو تباہ کر دینے کے لیے کافی ہے بعض لوگ خوش ہوتے ہوں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا۔ مگر حدیث میں آیا ہے کہ اگر مسلمان سے ایک سال تک نہ بولا جائے تو قتل کا گناہ ہوتا ہے یہاں بعض آدمی ساری عمر کسی سے نہیں بولتے۔ جناب بس رہنے ہی دیجیے خدا کا فضل و کرم ہے کہ دن رات گناہ کرتے ہیں مگر کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ پہلی امتوں کی حالت گناہوں کی بدولت بالکل بدل دی جاتی تھی کسی کو طوفان سے تباہ کر دیا کسی کو ہوا سے ہلاک کر دیا وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس وقت ہم مسلمانوں ہی میں بڑے بڑے گناہ ہوجاتے ہیں مگر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور جو ہوا بھی تو تنبیہ کے لیے چھوٹی چھوٹی بلائیں گرانی اور بیماری وغیرہ بھیج دی گئیں اور بس مگر ہماری یہ حالت ہے کہ ان مصائب سے بھی خبر دار نہیں ہوتے اور خیال ہی میں نہیں لاتے کہ یہ بلائیں گناہوں کی بدولت ہیں غرض ہماری حالت مواخذہ[3] کی قابل ہے مگر رحمت ہی ہے کہ ہم موجودہ حالت میں ہیں تو اس صفت کی ہم کو ہر وقت احتیاج ہے تو ا ی راحت کی چیز کے

(۱) سو میں سے پانچ بھی (۲) جلا ڈالتی ہے (۳) گرفت

حاصل ہونے کا طریق بتاتے ہیں۔

ترغیب رحم

اور فرماتے ہیں کہ اگر تم رحم کرو گے خدا تم پر رحم کرے گا اور یہاں اللہ کی جگہ رحمن فرمایا جس کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کے پاس بڑی رحمت ہے تو وہاں سے رحمت مل جانا بعید نہ سمجھو یہ ایسا کلام ہے جیسا کہ کسی سے کہیں کہ اگر تم یہ کام کرو گے تو فلاں کروڑپتی تم کو انعام دے گا۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ انعام یقینی ہے اس میں شک نہیں کیونکہ وہ بڑا مالدار ہے ویسے ہی رحمن کا لفظ اختیار کرنے میں اشارہ ہے جزاء کے یقینی ہونے کی طرف کیونکہ خدا کی رحمت بہت بڑی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے تم کو دیدینے سے بھی کمی نہ آوے گی یہاں تک تو رحم کی فضیلت کا بیان تھا۔

مگر چونکہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ثواب کی پروا نہ کریں گے اس لیے اول بصیغۂ امر[1] حکم فرماتے ہیں: **ارحموا من فی الارض** کہ تم زمین والوں پر رحم کیا کرو اس لفظ سے رحم کو آپ نے ہماری ذمہ واجب فرمادیا اس کے بعد ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تم رحم کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ **یرحمکم من فی السماء** کہ آسمان والا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

حق تعالیٰ زمین و آسمان سے پاک ہے اس کے لیے کوئی مکان نہیں حضور ﷺ کا لفظ **مَن فی السماء**[2] استعمال فرمانا بغرض اظہار عظمت[3] ہے اور عظمت بیان کرنے کے لیے تو اس حدیث میں فضیلت رحم اور اس کا امر

(۱) امر کے صیغہ کے ساتھ (۲) جو آسمان میں ہے (۳) اللہ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے

اور ترغیب تینوں مجتمع ہیں۔

رحم کرنے کے درجات

اور سنیے ارحموا من فی الارض فرمایا جس سے حکم رحم تمام ذوی العقول [۱] کو عام ہو گیا مسلمان ہوں یا کافر اور دوسری حدیث میں جانوروں تک کے ساتھ بھی رحم کرنے کا امر وارد [۲] ہے مگر اس جگہ ذوالعقول [۳] ہی کے لیے رحم کا حکم ہوتا ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اگر کافروں پر رحم کرنا واجب ہے تو ان سے قتال [۴] کیوں جائز کیا گیا کیونکہ اول تو قتال ان کے شر کی سزا ہے ترک رحم مقصود نہیں بلکہ جن مستحقین رحم پر وہ بے رحمی کرتے تھے ان پر رحم ہے دوسرے یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفصیل دوسری احادیث اور قواعد فقہیہ سے طلب کی جاوے گی چنانچہ بعض خاص اوقات میں کافر پر بھی رحم کرنے کا حکم آیا ہے مثلاً ایک ہندو نابینا کنوے کے پاس سے جارہا ہے اور اندیشہ اس کے گرنے کا ہے تو واجب ہے کہ اس کو بچایا جائے یہاں تک کہ اگر نماز بھی پڑھ رہے ہو تو نماز توڑدینا ضروری ہے اور جب تمام زمین پر بسنے والوں پر رحم واجب ہے تو جتنی خصوصیات بڑھتی جائیں گی رحم کرنا زیادہ واجب ہوگا پس اگر کوئی شخص مسلمان بھی ہو جس کے بارے میں فرماتے ہیں انما المؤمنون اخوۃ کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اس کے ساتھ رحم کرنا زیادہ ضروری ہوگا اور اگر مسلمان ہونے کے ساتھ کوئی نسبی قرابت بھی ہو تو وہ دوسروں سے زیادہ مستحق رحم ہوگا یا قرابت کے سوا کوئی اور دوسری بات زیادہ ہو مثلاً وہ کوئی دین کا کام کر رہے ہوں تو وہ اور زیادہ مستحق رحم ہوں گے دوسروں سے۔

(۱) تمام انسانوں (۲) رحم کرنے کا حکم آیا ہے (۳) انسانوں (۴) جہاد

رعایت حدود

مگر میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کبھی کوئی ایسی جماعت پائی جاوے تو اس وقت اور سارے دینی اور دنیوی کام بند کر کے اسی کو لے بیٹھو جیسا بعض نے یہاں تک غلو کیا ہے کہ بعض مواقع کے لیے یہ رائے دی کہ قربانی بھی نہ کرو قربانی کی قیمت ان کو بھیجدو[1]۔ خوب سن لو کہ یہ بالکل غلط ہے اس طرح قربانی ذمہ سے ادا نہ ہوگی۔ بعض لوگ دین و مذہب کو تو کچھ سمجھتے نہیں اور سمجھتے بھی ہیں تو دین کی پروا نہیں کرتے محض جوش ظاہر کرنے کے لیے جو کچھ جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں مگر یہ جوش و خروش محض بیکار ہے عقل کے بھی خلاف دین کے بھی خلاف شریعت نے مصیبت کے وقت صبر و تحمل[2] کی تعلیم دی ہے تدبیر کرو جوش سے کیا حاصل تدبیر یہ ہے کہ جہاں ایسی جماعت کی امداد کا حکم ہو بقدر وسعت ان کی امداد کرو یہ نہیں کہ سارے کارخانے بند کر کے صرف اسی ایک ہی کام کے ہو رہو۔ ہم کو حکام نے چندہ بھیجنے کی اجازت دیدی ہے بلکہ خود بھی چندہ میں شرکت کی ہے۔ یہ ہمارے حکام کی مہربانی اور عنایت ہے کہ انہوں نے ہم کو شرعی امور میں اجازت دی اور روکا نہیں اور نہ وہ کبھی شرعی کام سے روکیں بشرطیکہ اطمینان کے ساتھ کیا جائے اور بیکار جوش و خروش سے کام نہ لیا جائے پس شریعت اور عقل کے موافق کام کرنا چاہیئے اور قانون سے آگے نہ بڑھنا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر قربانی چھوڑنا جائز ہے تو پھر جن پر حج فرض ہے وہ حج نہ

---

(۱) جیسے آج کل بھی بعض لوگ یہ رائے دیتے ہیں کہ جہاں قحط پڑا ہوا ہے وہاں یہ رقم بھیجدی جائے اور قربانی نہ کیجائے (۲) صبر اور برداشت کرنے کی

کریں حج کا روپیہ بھی چندہ میں دیدیں کیا حج ادا ہو جائیگا کیا لوگوں کی عقل مسخ ہو گئی ہے کچھ نہیں سمجھتے کہ ہم جو ایک نئی بات نکال رہے ہیں اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا- ہر کام کو شرعی حد کے اندر رکھ کر کرنا چاہیئے-

نا بالغ بچوں سے چندہ لینے کا حکم

ایک حدود کے خلاف یہ حرکت ہو رہی کہ اس وقت چندہ جمع کرنے والے نابالغ بچوں سے بھی چندہ لے لیتے ہیں یہ بالکل جائز نہیں جو مال بچہ کی ملک ہے وہ اگر کسی کو خوشی سے بھی دینا چاہے نہیں دے سکتا اور نہ اس کا ولی دے سکتا ہے البتہ اگر ماں باپ اپنی طرف سے روپے دیں اور بچہ کی ملک نہ کریں مگر اس کے ہاتھ سے دلوائیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کی ملک ہو جانے کے بعد کسی کو نہ دینا جائز نہ لینا- آج کل لوگ جوش میں آکر بچوں کے دیے ہوئے پیسوں کو بڑے فخر سے لیتے ہیں اور مجمع عام میں اس کو نیلام کرتے ہیں کہ یہ معصوم بچہ کا متبرک روپیہ ہے اب وہ ایک روپیہ سو دو سو میں نیلام ہوتا ہے اس میں کئی گناہ ہوئے ایک تو ربوا اور سود کا دوسرے ریاء و نمود[1] کا تیسرے بچہ کے مال لینے کا یاد رکھو کہ اگر ہزار روپے بھی دیے جائیں گے تب بھی کچھ ثواب نہ ہوگا- واللہ العظیم[2] شریعت کو بدنام ان لوگوں نے کیا جو شریعت کو سمجھتے نہیں- میں پوچھتا ہوں کہ اگر اعانت مجروحین[3] ایسی ضروری ہے کہ اس کے سامنے قربانی کی بھی ضرورت نہیں تو سب سے پہلے دنیوی ضروریات کو چھوڑنا چاہیئے- بیوی بچوں کا خرچ بھی چندہ میں دیدو گھر کے ملازموں کو موقوف کر کے ان کی تنخواہیں بھی چندہ میں دیدو مگر ہم تو نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کو دنیوی ضروریات کے چھوڑنے کا کبھی بھی

(۱) نام آوری اور دکھاوا (۲) قسم خدائے بزرگ و برتر کی (۳) زخمیوں کی مدد

خیال ہوا ہوا الا من شاء اللّٰه[1] تو دین ہی ایسا کیوں سستا ہوگیا کہ دینی واجبات ذرا سے بہانے سے موقوف ہونے لگے[2]۔

پس عقل کا مقتضا یہ ہے کہ ہر ضروری کام اپنے موقعہ میں رکھا جائے بیوی کا خرچ بھی دو، حج بھی کرو اور قربانی بھی کرو۔ البتہ فضول اور زائد خرچ کو موقوف کردینا چاہئیے۔ مگر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ ہمارے خواہشیں تو اچھی طرح پوری ہوتی رہیں جیسے کہ پہلے سے ہورہی ہیں اور کوئی دینی کام موقوف کرکے اس کی جگہ چندہ میں سو روپیہ دیدیا جائے۔ نیز اگر کسی نیک کام میں جو بہت زیادہ ضروری نہیں ہے روپیہ لگانیکی نیت ہو مثلاً کوئی شخص کنواں بنوانا چاہتا ہے۔ ایسی جگہ جہاں ضرورت زیادہ نہیں اس کو بھی موقوف[3] کردینا چاہئیے۔ اور اس کی جگہ روپیہ چندہ میں دیدینا چاہئیے کیونکہ اس وقت کنواں مسجد وغیرہ بنوانے سے ان یتیموں اور رانڈوں زخمیوں کی امداد بہت زیادہ ضروری اور اس سے زیادہ موجب ثواب ہے اس وقت عام طور پر لوگوں کو اس چندہ کی طرف توجہ ہورہی ہے اور عقلمندوں نے تو یہ کیا کہ اپنے تمام غیر ضروری اخراجات بند کردیے اور وہ سب روپیہ چندہ میں دیدیا۔

اعانت مالی

خیر یہ تو وہی کرتے ہیں جن کے دل میں درد ہے ہم جیسے بے حسوں سے ایسی کہاں امید اس لیے میں نے ایک طریقہ تجویز کیا ہے جس میں نہ بار ہو اور نہ گرہ سے کچھ خرچ[4] ہو وہ یہ کہ اس وقت قربانی کا زمانہ ہے اور کھال کو بیچ کر اپنے کام

---

(۱) مگر جس کے لیے اللہ چاہے (۲) ذرا ذرا سے بہانوں سے دینی واجب احکام چھوڑے جانے لگے (۳) موخر (۴) نہ طبیعت پر گرانی ہو نہ جیب سے کچھ جائے

میں لا نہیں سکتے لامحالہ کسی کو ضرور دو گے تو بجائے دوسروں کے وہ کھالیں اسی مد میں دیدو[۱] اور یہ ایسی مد ہے کہ اگر ایک ضلع کے آدمی بھی متفق ہو کر ایسا کرلیں تو بہت سا روپیہ جمع ہوجاوے اور جن کو زیادہ ہمت ہو وہ دوسری مدات میں سے بھی دیتے رہیں مثلاً زکوۃ سے دیں صدقات نافلہ وغیرہ سے دیں کچھ کپڑوں میں سے کمی کردیں کچھ حصہ غلہ میں سے نکالدیں اور خیر یہ تو ہمت کی باتیں ہیں مگر کھالوں سے تو امداد ضرور ہی کردیں میں نے اشتہار بھی طبع کرائے ہیں مگر افسوس کہ وہ ابھی آئے نہیں میرا ارادہ عورتوں میں بھی بیان کرنے کا ہے کیونکہ بعض اوقات عورتیں اپنا زیور تک دیدینا چاہتی ہیں مگر چندہ میں ایک شرط ہے اس کو ضرور سنیں وہ یہ کہ اسوقت اس چندہ کی ہر طرف بڑی دھوم ہے اخباروں میں بھی زبانوں پر مگر اخبار والوں میں اور اہل علم میں یہ فرق ہے کہ اخبار والے تو کاروائی کو دیکھتے ہیں انجام کو نہیں دیکھتے اور علماء انجام کو بھی دیکھتے ہیں لوگوں کی کوشش آج کل یہ ہوتی ہے کہ کام چلے کاروائی ہوجائے چاہے گناہ ہو یا ثواب بلکہ آج کل انجام بینی[۲] کے لیے مالی نقصان اٹھالینا حماقت سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کی فضیلت

مگر خسارہ[۳] ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت بلال حبشی کے خریدنے میں لوگوں کی نگاہوں میں ہوا تھا کہ اپنا ایک ہوشیار اور دانا غلام رومی[۴] مع ایک بڑی رقم کے دیکر دنیا کے اعتبار سے ایک محض بیکار غلام کو خریدا[۵]۔

---

(۱) اس دینے کا طریقہ آگے تملیک کے بیان میں آرہا ہے (۲) انجام پر نظر رکھتے ہوئے نقصان اٹھالینا (۳) مگر یہ نقصان (۴) عقلمند ادنیٰ غلام (۵) یعنی حضرت بلال

وقد واسی النبی بکل فضل   واعتق من ذخائرہ بلالا[1]

مگر حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں ایک بلال کے مقابل ہزار غلام رومی جیسے ہیچ[2] تھے کیونکہ یہ مسلمان تھے اور وہ کافر تھا صدیق اکبر کی اس قدردانی کی حقیقت خدا سے اور رسول سے اور صحابہؓ سے پوچھیے جب کفار نے حضرت ابوبکر کو اس معاملہ میں خاسرو[3] ناکام کہا تو حق تعالیٰ نے جواب میں نازل فرمایا۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحت . الایہ. (پارہ عم)

(قسم ہے زمانے کی کہ انسان ٹوٹے میں ہے بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے)

یعنی سوا ان ایمان والوں کے جو نیک کام کرتے ہیں اور سارے انسان نقصان میں ہیں۔

حضرت بلال حبشی کو حضرت ابوبکرؓ خرید فرما کر زبان حال سے گویا فرماتے تھے۔

جمادے چند دادم جاں خریدم   بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم[4]

اور ان کی تو یہ شان تھی۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ   نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز[5]

بلال وہ تھے کہ حضور ﷺ نے ان سے ایک بار پوچھا کہ میں جنت میں گیا

---

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے ہر حال سے حضور ﷺ کی خوب دل داری کی اور اپنے مالی ذخائر کے ذریعہ حضرت بلال کو آزاد کیا (۲) بیکار تھے (۳) نقصان اٹھانے والا (۴) پتھر کے چند ٹکوں کے عوض میں نے جان خریدلی اللہ کا شکر ہے کہ بہت ہی سستا خریدا (۵) اپنی قیمت کو اگر تم دو عالم بھی بتاؤ تب بھی بہت سستے ہو قیمت اور بڑھاؤ

تو تم کو آگے چلتا ہوا پایا تم کیا خاص عمل کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں تحیۃ الوضوء[1] کا پابند ہوں، مگر اس واقعہ سے حضور ﷺ پر فضیلت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ آگے چلنا ہمیشہ فضیلت ہی سے نہیں ہوا کرتا خادم بھی تو آگے چلا کرتا ہے مگر یہ خدمت بھی تو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اس لیے یہ دولت خدمت ان کو تحیۃ الوضوء سے حاصل ہوئی۔

چندہ کی وصولی میں احتیاط

تو اس وقت مجھے یہ بات کہنی ہے کہ کاروائی پر نظر نہ کرو جیسے اکثر لوگ دباؤ ڈال کر چندہ وصول کرتے ہیں اور میں بھی ایسا کرسکتا تھا کہ گھر گھر جا کر لیتا مگر شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور یہی بات میں عورتوں میں کہنے کا قصد[2] کر رہا ہوں کہ اس کام میں چندہ دو مگر زیور میں نہ لونگا کیونکہ اگر وہ زیور شوہر کا ہے تو عورتوں کو دینا کب جائز ہے اور اگر جائز بھی ہو تو تب بھی بلا مشورہ کیے دینے کی اجازت نہیں اور مشورہ کی یہ حالت ہے کہ شوہر کبھی[3] دیکر اجازت دیتا ہے۔ اور اگر وہ عورت کی ملک ہے تب بھی نہ لوں گا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چند سال تک ایک زیور پہن کر اس سے محبت نہیں رہتی دوسرے زیور کی فکر ہوتی ہے اس حالت میں گویا اس کو چندہ میں دیکر شوہر سے دوسری فرمائش کی جاوے گی۔ جس کو وہ طوعاً و کرہاً[4] مجبور ہو کر پورا کرتا ہے اس لیے زیور

---

(۱) جب وضوء کرے تو اس کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں لیکن نماز فجر میں فرضوں سے پہلے صرف دو سنتیں موکدہ ہیں اس کے علاوہ مسنون نہیں اس وقت نہ پڑھے انہی دو سنتوں میں تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جاتا ہے (۲) ارادہ (۳) دباؤ کیوجہ سے اجازت دیتا ہے (۴) ناچاہتے ہوئے بھی مجبوراً

عجلت[۱] کے ساتھ نہ لیا جاوے گا اگر تمام مفاسد کا انتظام کردیا جاوے تب زیور لیا جائیگا ان شرائط کے بعد اگرچہ آمدنی کم ہوگی مگر اس میں برکت بہت ہوگی۔ کیونکہ وہ خالص خدا کے لیے دیا ہوا مال ہوگا اور اخلاص کی بڑی برکت ہے۔ مغفرت کے لیے تھوڑا صدقہ بھی بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو کافی ہے۔ حدیث میں ہے اتقوا النار ولو بشق تمرة[۲] اس لیے اس کی فکر نہ کی جاوے کہ بہت سا ہی وصول ہو اس کی فکر ہونی چاہیئے کہ جتنا ہو جائز طور پر وصول ہو۔ یہ تو وصول یابی چندہ سے پہلے کی شرائط تھیں ایک بعد وصول یابی کے ضروری شرط ہے جس کو اکثر لوگ اس وقت نہیں دیکھتے۔ اس وقت تو لوگ یہ کر رہے ہیں کہ روپیہ وصول کرکے فوراً بمبئی بینک بھیج دیتے ہیں۔

تملیک شرعی

یاد رکھو اس طریقہ پر دینے سے زکوۃ اور قربانی کی کھال کا روپیہ جو دیا جاتا ہے وہ دینے والے کے ذمہ سے اترتا نہیں دینے والے کے ذمہ زکوۃ وہی کی وہی[۳] واجب رہتی ہے ویسے ہی کھال کی قیمت بھی ذمہ سے ادا نہیں ہوتی۔ کیونکہ زکوۃ کے روپے اور چرم قربانی[۴] کی قیمت میں شرط یہ ہے کہ جس کو دیا جائے اس کی ملک کردیا جائے اور ظاہر ہے کہ اس کا انتظام کوئی بھی نہیں کرتا کہ اس روپیہ کی تملیک کرائے۔ اس لیے ضروری بات ہے کہ یہاں سے ہی تملیک کرا کے بھیجا جائے۔ ورنہ دینے والوں کے ذمہ سے واجب ساقط[۵] نہ ہوگا۔ تو اس کو خوب سن

---

(۱) اس لیے جلدی سے زیور چندہ میں نہیں لیا جائے البتہ اگر ان تمام برائیوں کا ازالہ کردیا جائے جو ذکر کی گئیں تو پھر لیا جائیگا (۲) صدقہ کرکے آگ سے بچو اگرچہ کھجور کی گٹھلی کے درمیان شگاف کی بقدر ہی چیز ہو (۳) زکوۃ کی ادائیگی (۴) قربانی کی کھال (۵) واجب سے بری نہ ہونگے

لو اور سمجھ لو میں نے اشتہار میں بھی اس کو لکھ دیا ہے اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ اگر طریق تملیک سمجھ میں نہ آوے تو روپیہ میرے پاس بھیج دیں یہاں شرعی تملیک کرادی جائے گی۔ گو میں مالی کاموں میں کبھی نہیں پڑتا۔ لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں کا مال ضائع نہ جاوے اس کام کو اپنی طبیعت کے خلاف گوارا کرتا ہوں اور وہ صورت تملیک کی یہ ہے کہ کسی غریب آدمی سے کہو کہ تم کسی کے پاس سے روپے قرض لیکر اپنی طرف سے اس چندہ میں دیدو ہم تمہارا قرضہ ادا کردیں گے۔ جب وہ قرض لیکر روپیہ چندہ میں دیدے تو پھر تم اس کو اپنی زکوۃ یا قربانی کی کھال کا روپیہ دیدو کہ لو اس کا قرض ادا کردو۔ تملیک کی یہ صورت ہے اس کو سمجھ کر زکوۃ اور قربانی کی کھال کا روپیہ اس طریقہ سے تملیک کراکے بھیجنا چاہیئے۔

شبہ اور اس کا جواب

ایک شبہ بعض پڑھے لکھوں کو یہاں یہ ہوا کرتا ہے کہ اس صورت میں اس چندہ کا ثواب تو اس مسکین ہی کو ملے گا دینے والے کو تو قرضہ ادا کرنیکا ثواب ملے گا۔ تو سمجھو کہ چندہ میں روپیہ تو اسی نے دیا مگر چونکہ اس کے دینے کا سبب تم ہوئے ورنہ اس غریب کی کیا ہمت تھی جو چندہ میں روپے دیتا اس لیے تم کو بھی اس چندہ کا ثواب اسی کے برابر ملے گا[1]۔ خدا تعالیٰ کے یہاں تو اس قدر رحمت ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم اپنے خزانچی کو کہو کہ ہمارے روپیہ میں سے اتنا فلاں شخص کو دیدو تو مالک کی برابر خزانچی کو بھی ثواب ملے گا۔

---

(۱) جیسا کہ حدیث میں ہے نیک کام کی طرف راہنمائی کرنے والے کے لیے بھی نیک کام کرنے والے کا سا ثواب ہے

ترغیب اعانت

یہ ترکیب نہایت سہل ہے اس لیے میں نے اس کو بیان کردیا اس کو سمجھیں اور دوسروں تک پہنچائیں اور سب کو رغبت دلائیں کہ قربانی کی کھال کی قیمت اس چندہ میں بھیجیں مگر اسی طریقہ سے میں اس پر بھی راضی ہوں کہ اگر لوگ اپنے گاؤں میں یا قصبہ میں لوگوں کو جمع کرکے وعظ سنانا چاہیں تو میں خود یا اپنے کسی عزیز کو بھیج سکتا ہوں آگے۔ آپ خود جانیں اور آپ کا کام میں پہنچا چکا۔

ما نصیحت بجائے خود کردیم   روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس   بر رسولاں بلاغ باشد و بس[1]

اعانت مالی کی حقیقت

مگر یہ سمجھو کہ کسی پر جبر نہ کیا جاوے مثلاً اگر قربانی کے سات حصوں میں سے ایک حصہ والا نہ دینا چاہئے تو اس پر دباؤ مت ڈالو بلکہ کھال بیچ کر سب کے دام تقسیم کرکے اپنا اپنا حصہ دیدو۔ خدا کو کسی کے پیسہ کی ضرورت نہیں خدا کے دین کے کام کبھی رکے نہیں رہتے یہ روپیہ اس وقت دین کے کام میں صرف ہورہا ہے اور دین کے کام میں دینا خدا کو دینا ہے اور خدا کو کسی کی کچھ ضرورت نہیں اس لیے خدا کے حکم کے خلاف مت کرو باقی ہم کو دینے کی ترغیب اس لیے دی گئی ہے کہ اس میں ہمارا نفع ہے صدقات بڑھا دیے جائیں گے ہمارے لیے آخرت میں خزانہ

---

(۱) میں نے تو اپنی طرف سے نصیحت کردی ہے اور اس میں اپنی پوری کوشش صرف کردی اگر کسی کے کان میں یہ بات پڑنے کے بعد بھی شوق نہ ہو تو پھر بات یہ ہے کہ مبلغ کے ذمہ تو صرف بات پہنچادینا ہے (ہدایت تو اللہ کی طرف سے اور مبلغ کو تبلیغ کا ثواب مل جائے گا)

جمع ہوجائے گا ورنہ جس کا جی چاہے، امتحان کرے کہ خدا کا کام کسی کے دینے نہ دینے پر موقوف نہیں رہتا وہ تو ہو کر رہتا ہے البتہ نہ دینے سے تم خود خیر سے محروم رہ جاؤ گے۔ بہرحال یہ تھا اس حدیث کے متعلق ضروری مضمون میں پھر ترجمہ کیے دیتا ہوں۔

الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء .

رحم کرنے والوں پر خدائے رحمن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا خدا رحم کرے گا۔ اب میں بیان کو ختم کرتا ہوں۔ یہ دعا کرو۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحمّلنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین. آمین وصلی الله علی خیر خلقه سیدنا محمدوآله وصحبه اجمعین [1].

(۱) سورہ بقرہ آیت:۲۸۶۔ ترجمہ: اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جاویں، اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے، اے ہمارے رب ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار نہ ہو، اور در گذر کیجیے ہم سے اور بخش دیجیے ہم کو، اور رحم کیجیے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے۔ آمین (یا اللہ ایسا ہی ہو) بیان القرآن ج ا ص ۱۷۶۔ اور رحمتیں نازل فرمایئے مخلوقات میں سب سے بہتر ہمارے سردار محمد (ﷺ) آپ کی آل اور آپ کے صحابہ سب پر۔

جزو دوم وعظ ملقب

بمواساة المصابين[1]

خطبہ ماثورہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله واصحابه وبارک وسلم.

اما بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم . قال النبى صلى الله عليه وسلم الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء[2] .

---

(۱) مصیبت زدوں کی غمخواری (۲) بعد از خطبہ ماثورہ، میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے، شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا

تمہید

یہ ایک حدیث ہے یعنی ارشاد ہے حضور ﷺ کا اور یہی حدیث میں نے آج جمعہ میں بعد نماز کے پڑھی تھی کیونکہ جو مضمون بیان کیا تھا اس کے مناسب غالب یہ ہے کہ بعض مضامین تو غیر مکرر ہوں[۱] گے اور جو مکرر ہوں گے[۲] ان کا بھی عنوان جدا ہوگا لہذا گویا یہ بیان مکرر نہیں نیز دن میں مردوں کے فہم[۳] کے موافق بیان کیا گیا تھا اور اب عورتوں کے فہم کی رعایت ہوگی۔

بہر حال خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس حیث میں فضیلت بیان فرماتے ہیں اللہ کے بندوں پر رحم کرنیکی یہ حاصل ہے۔ اس حدیث کا جو مضمون میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں وہ اسی کے مناسب ہوگا مگر حدیث کا مضمون کچھ اسی وقت کے لیے خاص طور پر مفید نہیں بلکہ تمام عمر بھر کے لیے مفید ہے لہذا اس حدیث میں دو قسم کے مضامین ہوئے ایک وہ جو عام ہے اور وہی مقصود اصلی ہے کیونکہ وہ ہر وقت کے مناسب ہے دوسرا خاص مضمون جو اس وقت کے اعتبار سے قابل اہتمام ہے تو مناسب یہ ہے کہ پہلے عام مضمون کو بیان کر دیا جائے کیونکہ وہ مقصود اصلی ہے گو کسی موقع پر کسی وجہ سے مضمون خاص رائج ہوجاتا ہے اس کے بعد خاص مضمون کو یہ تناسب[۴] مقام بیان کیا جائے۔

اجزاء دین کی اہمیت

تو وہ عام مضمون یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے ایک ایسی مفید بات ہم کو بتلائی ہے جو ہمیشہ ہمارے لیے باعث راحت ہے اور بہت لوگ یہاں

(۱) دوبارہ بیان نہیں کیے جائیں گے (۲) جو دوبارہ بیان کیے جائیں گے (۳) سمجھ (۴) مقام کی مناسبت سے

تک کہ دیندار بھی آج کل اس کو چھوڑے ہوئے ہیں اس زمانہ میں دینداری نماز روزہ و حج ہی کو سمجھتے ہیں یاد رکھو کہ دینداری انہیں میں منحصر[۱] نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ دین کے بڑے بڑے رکن یہی ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اور چیزوں کو چھوڑ دیا جائے۔

دین کی ہر بات ضروری ہے

اس کی ایسی مثال ہے جیسے آدمی کے سر اور ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ اگر سر کٹ جائے تو انسان ہی نہ رہے اور ہاتھ کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں لیکن کیا کوئی شخص یہ سن کر کہ ہاتھ کٹ جانے کے بعد مرے گا نہیں بلکہ زندہ رہیگا یہ گوارا کریگا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے بلکہ جواب میں یہ کہیگا کہ اگرچہ ہاتھ کٹ جانے سے آدمی زندہ رہے مگر زندگی خراب ہوجاتی ہے اچھی طرح زندگی بسر نہیں ہوسکتی زندگی کے لیے ہاتھ پاؤں کی بھی ضرورت ہے اسی طرح دین کی ہر بات گو نماز روزہ کی برابر نہ ہو مگر چھوڑنے کی بھی اجازت نہیں کیونکہ کسی نہ کسی درجہ میں تو وہ بھی ضروری ہی ہے جیسا کہ ہاتھ کی ایک درجہ میں زندگی کے لیے ضرورت ہے گو سر سے کم ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیئے کہ دین کے ہر شعبہ کو دیکھتا رہے اور عمل کرتا رہے اگر ایک بات بھی چھوڑ دی تو اس کا دین ایسا ہی ہوگا جیسے بدوں[۲] انگلیوں کا آدمی یا جیسے کسی کی ناک کان کاٹ دیے گئے ہوں۔ جو لوگ نماز روزہ بھی نہیں کرتے ان کا ایمان تو ایسا ہے جیسے بے جان کی صورت[۳] اور جو لوگ نماز روزہ کرتے ہیں مگر دوسری باتوں کے پابند نہیں ان کے دین کے اندر کچھ

---

(۱) کچھ انہی میں گھری ہوئی نہیں ہے (۲) بغیر انگلیوں (۳) جیسے لاش انسانی کہ شکلاً تو انسان ہی ہے لیکن اس میں روح نہ ہونیکی وجہ سے اس کو بجائے انسان کے لاش کہتے ہیں

جان تو ہے مگر قریب قریب وہ بھی بیکار ہے کیونکہ ہاتھ پاؤں اس کے بھی کٹے ہوئے ہیں اور انہیں بھی کسر[۱] باقی ہے۔ اب ذرا خیال کرکے دیکھیے کہ جس چیز میں کچھ کسر باقی ہو اس کی کیا وقعت[۲] ہوتی ہے۔ دینا میں آدمی اپنی ہر چیز کو ایسی بنانا چاہتا ہے کہ اس میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ اور تھوڑی سی کسر[۳] کو بھی گوارا نہیں کرتا۔

اجزاء دین میں کمی کی مثال

دیکھو اگر کوئی عورت ایک دوپٹہ بنانا چاہے اور اس میں بہت خوبصورت بیل بوٹے بھی ہوں گوٹہ بھی لگا ہوا ہو۔ مگر ایک بالشت کی جگہ خالی چھوڑ دی جائے[۴] تو کوئی بھی اس دوپٹہ کو لینا گورا نہ کرے گا بلکہ سینے والے کو احمق بنادیں گے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ سینے والے کو احمق کس لیے بنایا جاتا ہے صرف اسی لیے تو، کہ اس نے کچھ کسر چھوڑدی ایسے ہی دنیا کا ہر کام مثلاً پائجامہ کا ایک پائچہ ترپ[۵] کر دوسرا بے ترپے چھوڑ دیا جائے - ایسا ہی اگر سر میں ایک طرف کنگھی کرکے دوسری طرف کنگھی نہ کی جاوے غرض کوئی چیز دنیا کی ایسی نہ ملے گی جس میں کسر چھوڑدینے کو کوئی بھی گوارا کرتا ہو۔ اگر کوئی مکان بناتے ہیں تو اس میں جہاں اور تمام ضروریات کا خیال ہوتا ہے پاخانہ بھی ضرور اہتمام کے ساتھ بنایا جاتا ہے کیونکہ بدون پاخانہ کے بڑے سے بڑا عالیشان مکان ناتمام[۶] ہے اور اس میں کسر باقی ہے۔ اللہ اللہ مکان کے لیے پاخانہ جیسی گندی چیز کی کسر تو گوارا نہ ہو اور دین میں مقدس[۷] اجزاء کی کسر رہ جانا گوارا ہو کس قدر افسوس ناک

---

(۱) کمی (۲) اہمیت (۳) تھوڑی سی کمی (۴) کہ اس میں بیل نہ لگائی جائے (۵) کنارے موڑ کر سی دیا جائے دوسرا بغیر سیے چھوڑ دیا جائے (۶) نامکمل (۷) پاکیزہ اجزاء کی کمی رہ جانا

حالت ہے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں دین کا کام تو کرتا ہوں نماز تو پڑھتا ہوں اور جو روزہ بھی رکھتا ہے اس وقت وہ تو اپنے کو بہت ہی کچھ سمجھتا ہے مگر جیسے ایک بالشت گوٹہ نہ ہونے سے سارا قیمتی دوپٹہ بیکار ہے ایسے ہی دین کی دوسری باتوں میں کسر ہونیکی وجہ سے ہمارا دین بھی ناتمام[1] ہے مگر مسلمانوں کو دنیا کی چیزوں میں تو کسر ہونا گوارا نہیں اور دین کی چیزوں میں سخت افسوس ہے کہ بڑے سے بڑی کسر[2] ہمیں گوارا ہورہی ہے صاحبو! یہ حالت سخت قابل توجہ ہے تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ ہمارے دین میں کسر نہیں ہے اور ضرور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ہو کر اس پر توجہ نہیں کی جاتی۔ اور علاوہ نماز روزہ کے اور بھی ہمارے ذمہ فرائض ہیں جن کے چھوڑ دینے سے دین میں نقصان لازم آتا ہے۔

رحم میں اعتدال

انہیں میں سے رحم بھی ہے جس کو میں اس وقت بیان کرتا ہوں ہمیں آج کل اس کی بالکل پرواہ ہی نہیں کہ دوسرے کو نفع پہنچاویں اسے بخیل[3] اور ایسے خود غرض ہوگئے ہیں کہ اپنے لیے تو سب کچھ سامان کرلیتے ہیں جوتہ کا بھی اناج[4] کا بھی کپڑے کا بے گنت[5] جمع کرلیتے ہیں۔ دوسروں کی مطلق فکر نہیں کہ مر رہے ہیں یا غمگین ہیں۔ اور ہمارے دین کی یہ حالت ہورہی ہے کہ تھوڑا سا نماز روزہ کرکے جنت کے منتظر ہیں اس کی خبر نہیں کہ دین میں کس قدر کسر باقی ہے۔ شریعت نے دوسرے کے دکھ اور تکلیف میں مدد کرنے کا بھی

(۱) دین کی دوسری باتوں میں کمی ہونے کی وجہ سے ہمارا دین بھی نامکمل ہے (۲) بڑے سے بڑی کمی بھی ہمیں گوارا ہے (۳) کنجوس (۴) گندم کا بھی (۵) لاتعداد

تو نہایت[1] اہتمام کے ساتھ حکم کیا ہے ایک ادنٰی بات یہ ہے کہ باوجودیکہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کسی کو بیماری وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو خدا کا شکر کرو تم کو اس میں مبتلا نہیں کیا اور ایک دعا بتلائی گئی ہے کہ اس کو پڑھا کرو وہ یہ ہے۔ اَلحَمدُلِلّٰہِ الَّذِی عَافَانِی مِمَّاابتَلاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِی عَلٰی کَثِیرٍ مِمَّن خَلَقَ تَفضِیلاً ۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ عربی ہی میں پڑھی جائے اگر اردو ترجمہ کر کے پڑھ لیا جائے تب بھی کافی ہے کہ خدا کا شکر ہے اور اس کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس بلاء سے محفوظ رکھا اور اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت دی۔ مگر ساتھ ہی فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ دعا آہستہ سے پڑھے زور سے نہ پڑھے تاکہ اس کو رنج نہ ہو۔

اب ذرا غور کیجیے کہ شریعت نے دوسروں کی ایذاء[2] سے کس قدر روکا ہے اور کتنا خیال کیا ہے کہ اگر کسی موقع پر کلمات شکر و حمد سے بھی اندیشہ تکلیف کا ہو تو زور سے نہ کہو بلکہ آہستہ سے پڑھو۔ تو جب اس تھوڑی سی کلفت[3] کا خیال کرنا بھی شریعت نے لازم کیا ہے تو اگر کسی کو اور کوئی بڑی تکلیف ہو اس سے بیغرضی[4] برتنا شریعت میں کب جائز ہوگا۔ مگر اب ایسے پتھر دل ہو گئے ہیں کہ چاہے کسی پر کچھ ہی گذر جائے دل نہیں کڑھتا[5] ذرا بھی رحم نہیں آتا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب کہاں تک رحم کریں ہزاروں قابل رحم ہیں بڑی اچھی عقل ہے یعنی اگر سب پر رحم نہ کر سکیں تو دس پر بھی نہ کریں یہ سب نہ کرنے کے بہانے ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ ساری دنیا کا اور پھر پورا پورا انتظام کرو شریعت میں تو اتنا اعتدال ہے کہ جب دیکھا کہ چند نفوس[6] ایسے بھی اللہ کے بندے ہوں گے جن کو بہت زیادہ رحم پیدا ہوجاتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگ اپنا

(۱) بہت اہتمام (۲) دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے کتنا روکا ہے (۳) پریشانی (۴) لاتعلقی اختیار کرنا (۵) دل برا نہیں ہوتا (۶) چند اشخاص

سارا مال ایسے موقع پر دیدیتے ہیں تو شریعت نے جیسے ہر کام کے لیے ایک حد مقرر کی ہے اسی طرح رحم کے لیے بھی حد مقرر کردی کہ نہ تو ایسا بن جاوے کہ بالکل کسی پر رحم نہ آوے دل نہ دکھے اور نہ اتنا زیادہ نرم ہوجاوے کہ اپنی بھی خبر نہ لے یہ بھی شریعت کے خلاف ہے چنانچہ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کا چندہ نہیں لیا جن کے لیے خود چندہ کرنیکی ضرورت تھی تو ان حدود کے ساتھ رحم کا اہتمام کرو رحم کی فضیلت میں حدیث تو میں نے پڑھی ہی ہے۔

تعلیم رحم

مگر ایک بزرگ کا قصہ بھی بیان کرتا ہوں کیونکہ قصہ کا طبعاً بعض پر زیادہ اثر ہوتا ہے اگرچہ یہ خواب ہی کا مضمون ہے مگر قواعد شرع کے موافق ہے[1]۔

حضرت بایزیدؒ سے کسی نے بعد وفات کے خواب میں ملاقات کی۔ پوچھا کہ کیسے حضرت کیا گذری؟ فرمایا کہ ارشاد ہوا کہ کوئی عمل قابل نجات نہیں صرف ایک عمل پر تم کو بخشتے ہیں کہ تم نے ایک بلی کے بچے کو سردی میں کانپتا ہوا دیکھا اور اس کو اپنے لحاف میں چھپا کر لٹا لیا چونکہ تم نے اس پر رحم کیا تھا ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ دیکھیے بلی کی کیا حقیقت تھی مگر اس کی ساتھ بھی رحم کرنے سے مغفرت ہو گئی۔ مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ کتے بلی پالنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدون پالے ہوئے جب ان کو تکلیف میں دیکھے تو رحم کرے۔

جانور پر رحم ذریعہ نجات

ایک بدکار عورت کا قصہ حدیث میں آیا ہے کہ راستہ میں اس نے ایک

(۱) مگر اصول شریعت کے مطابق ہے

کتے کو دیکھا کہ بہت پیاسا ہے اور مرنے کے قریب ہے اس نے اپنی اوڑھنی[1] کو اتار کر رسی کی جگہ باندھا اور چمڑہ کا موزہ نکال کر ڈول بنایا اور کنویں سے نکال کر اس کو پانی پلادیا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس عمل کی وجہ سے اس کو بخشدیا گیا کہ اس نے ہماری مخلوق پر رحم کیا تھا ہم نے بھی اس پر رحم کیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ کیا کتے کیساتھ رحم کرنے سے بھی[2] ہم کو ثواب ملتا ہے فرمایا ہر جاندار کے ساتھ رحم کرنے کا یہی اثر ہے۔

تکلیف دہ جانور کو مارنے کی اجازت

مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ آج سے سانپ بچھو کو بھی کھلایا پلایا کرو۔ اس کا تو مارنا ہی بہتر[3] ہے۔ حضور ﷺ کی مراد جاندار سے غیر موذی[4] ہے اور سانپ بچھو کے ساتھ بھی دوسرا طریقہ رحم کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جب مارو تو ترسا ترسا کر نہ مارو۔ غرض حضور ﷺ نے ہر جاندار کے ساتھ رحم کرنے کی تعلیم دی ہے چاہے کتا ہو یا بلی اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آدمی کے ساتھ رحم تو کیوں نہ ضروری ہوگا بہت زیادہ ضروری ہوگا یہ ہے شریعت کی تعلیم مگر ہم اس سے بالکل غافل ہیں۔

رحم کرنے میں نیت رضا الٰہی کی رکھے

اور اگر کہیں رحم کرتے ہیں تو دنیا کے خیال سے کرتے ہیں کہ یہ میرا عزیز

(۱) دوپٹہ (۲) اگرچہ حدیث میں بلا ضرورت کتا پالنے پر یہ وعید بھی آئی ہے کہ جس گھر میں تصویر اور کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے (۳) تکلیف دہ جانور کو مارنے کی شرعاً اجازت ہے قتل الموذی قبل الایذاء تکلیف دہ جانور کو تکلیف دینے سے پہلے مار دو اس سب موذی جانوروں کے مارنے کی اجازت ہے جیسے مچھر، کھٹمل، بچھو، بھرن وغیرہ (۴) ایسا جانور جو تکلیف نہ دے

ہے یہ نوکر ہے فلاں مصلحت حاصل ہوجاوے گی اگرچہ اس خیال سے اس عزیز یا نوکر کو فائدہ ہوجائیگا مگر اس کرنے والے کو تو ثواب پورا نہ ملے گا اگر اس کی نیت خالص خدا کے لیے ہوتی تو دونوں فائدے ہوتے یعنی اس کو بھی نفع ہوتا اور اس کو بھی پورا ثواب ملتا تو دیکھیے شریعت کی خوبی کو کہ خاص نیت ہونے پر اس جگہ بھی ثواب کا وعدہ کیا حالانکہ اس موقعہ پر چاہیئے تھا کہ ثواب کچھ نہ ملے کیونکہ اپنے عزیز یا دوست کو تکلیف میں دیکھ کر دل خود بخود بے چین ہوتا ہے اور ہمدردی کرنے سے اس کے دل کو چین و آرام پہنچتا ہے اور یہ مجبور ہو کر ضرور ہمدردی کرتا ہے تو ساری تدبیر اپنے آرام کے لیے کی گئی پھر اس میں ثواب کا کیا استحقاق مگر کیا ٹھکانا ہے رحمت کا کہ نیت خالص ہونے سے ایسی جگہ بھی ثواب ملتا ہے جس میں ثواب کا کوئی حق نہیں تو دنیا کا بھی فائدہ ہوا کہ مصلحت خود حاصل ہو گئی اور دین کا بھی فائدہ ہوا حق تعالیٰ کی کتنی بڑی عنایت ہے مگر ہمیں اس پر بالکل توجہ نہیں اور ان باتوں کی طرف ذرا خیال نہیں کرتے یہ بہت بڑی کمی ہمارے اندر ہے۔

سخت دلی کا علاج

اور یہی وجہ ہے کہ ہم میں اتفاق نہیں ہے کیونکہ اتفاق ہوتا ہے دوسرے کو آرام پہنچانے سے اگر مسلمان اس کا خیال رکھیں کہ دوسروں کو نفع پہنچایا کریں تو سب متفق ہوجاویں اب تو اپنی اپنی ڈھپڑی اور اپنا اپنا راگ[1] اور گو بعض لوگ ظاداری کے لیے کچھ کرتے بھی ہیں مگر دل پتھر ہیں اور اس کے لیے بھی شریعت نے علاج بتلایا ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا دل بہت سخت ہے فرمایا کہ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو مطلب یہ ہے کہ جو

(۱) یعنی ہر آدمی اپنے نفع کی فکر میں ہے

خصلت بری ہو اس کا علاج بالضد کرو یعنی اس کے خلاف کام کرو اگرچہ پہلے پہلے دشواری پیش آوے گی مگر وہ خصلت بد جڑ[۱] سے جاتی رہے گی تو جب کسی کو سخت دلی کا مرض ہے تو یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے رحم پیدا ہوجائے گا۔

امراض باطنی کا علاج

اور اس مسئلہ کو ہمارے صوفیہ کرام خوب سمجھے کہ اس کو متعدی[۲] کیا اور تمام امراض کا علاج اسی طرح کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جس کو بخل کا مرض[۳] ہے اس کو خوب خرچ کرنا چاہیئے سخاوت پیدا ہوجائے گی۔ اور بخل کی صفت جاتی رہیگی وعلی ھذا[۴] تو اگر ہمارے دل میں رحم نہ بھی ہو اور ہم دل پر جبر کرکے[۵] رحم کے کام کرتے رہیں تو یقیناً ہمارے اندر رحم پیدا ہوجائیگا۔ مگر ہمارے اندر نہ تو وہ مادہ اور نہ اس کی علاج کی طرف توجہ ہے بعضے آدمی کہدیا کرتے ہیں کہ جب اندر سے کسی کام کا شوق نہ ہوا تو ثواب کیا خاک ہوگا مگر صاحبو! اگر نیت اللہ کے واسطے ہو تو ناگواری میں بھی ثواب ہوتا ہے بلکہ اس صورت میں زیادہ ہوگا کہ دل نہیں چاہتا مگر دل پر جبر کرکے دے رہا ہے اس میں نفس کو زیادہ مشقت ہوتی ہے اور جو کام مشقت سے ہو اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے مگر یہ مشقت اور ناگواری اپنے اوپر ڈالنا تو جائز ہے دوسروں پر ڈالنا جائز نہیں تو چندہ جبر کے ساتھ اور دباؤ سے وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ ہاں اپنے نفس پر مشقت ڈالو اس میں واقعی بہت ثواب ملے گا۔ مگر آج کل معاملہ برعکس ہے کہ اپنے اوپر تو مشقت ڈالنا کوئی گوارا نہیں کرتا اور

---

(۱) وہ بری خصلت بالکل ختم ہوجائیگی (۲) اس علاج بالضد کے اصول سے دوسری جگہ بھی کام کیا (۳) کنجوسی کا مرض (۴) اور اسی طرح دوسری جگہ بھی کرے کہ اگر تکبر ہے تو عاجزی کو جبراً اختیار کرے (۵) سختی کرکے

دوسروں پر مشقت ڈالی جاتی ہے۔ تو اگر کسی نے بکراہت یتیم کے سر پر ہاتھ ڈالا اور دل میں نفرت ہے۔

تو اس صورت میں زیادہ ثواب ملے گا کہ نفس تو قبول نہ کرتا تھا مگر تم نے دین کا کام سمجھ کر کیا تو اس کا خیال نہ کرو کہ اگر دل میں شگفتگی نہ ہو تو ثواب نہ ہوگا بلکہ کرو اور زبردستی کرو نفع مطلوب مرتب ہوگا[1]۔

حدود شریعت میں رہ کر نفع پہنچانا

یہی وہ خصلت ہے کہ جس کی حضور ﷺ نے فضیلت بھی بیان کی اور اس کا حکم بھی فرمایا ہے یعنی بندوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ اسی کو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں کہ جہاں اور کام دین کے ضروری ہیں یہ بھی ضروری ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچایا جائے جس قدر اپنے سے ہوسکے بے پروائی نہ کریں دوسروں پر احسان کرنا چاہیے حق تعالیٰ فرماتے ہیں **ولاتنسوالفضل بینکم** کہ آپس میں احسان کو مت چھوڑو۔ ہاں اس میں بھی شرط یہ ہے کہ احسان موافق شریعت کے ہو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً بیوی کے پاس خاوند کا روپیہ ہے اور اس کو کسی پر رحم آجائے تو اس کو ان روپیوں میں سے دینا جائز نہیں اور اگر دیدیا گنہگار ہوگی اگرچہ اس نے اپنے نزدیک بہت نیک کام کیا ہے مگر چونکہ روپیہ اس کا نہیں بلکہ شوہر کا ہے اور اس نے اجازت نہیں دی یا پوچھنے کے بعد بکراہت دی (اور یہ قرینہ سے اکثر معلوم ہوجاتا ہے) اس لیے خلاف شرع کام ہوا۔ پس ثواب بھی نہ ہوگا۔ بظاہر تو یہ کام بڑی ہمت کا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے پر رحم کرنے میں اپنے گنہگار ہونے کا بھی خیال نہ کیا مگر خدا کے پاس بالکل قبول نہ ہوگا

(۱) جو فائدہ تم چاہتے ہو حاصل ہوگا

اور اس میں ایک راز ہے جس کی وجہ سے یہ ہمدردی معتبر نہیں اور ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر حکم نہایت اعتدال سے کیا ہے۔

مدار حقوق

تو وہ راز یہ ہے کہ جتنا جس چیز سے تعلق زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا حق زیادہ ہوگا اور جس قدر تعلق کم ہوگا اسی قدر حق کم ہوگا تو عدل و انصاف کا مقتضا[1] یہ ہے کہ جس چیز سے تعلق زیادہ ہو سب سے زیادہ اس کے حق کی رعایت کی جائے اس کے خلاف کرنا ظلم ہے اب سمجھو کہ خلقت میں سب سے زیادہ علاقہ[2] اپنے ساتھ ہے کہ اس کی برابر کسی سے بھی علاقہ نہیں کہ وہ اپنا عین[3] ہو اور حق کا مدار علاقہ[4] پر تھا تو معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ انسان پر اپنا حق ہے۔ اسی لیے حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے پاس اگر ایک دینار ہو تو کیا کروں فرمایا اپنے اوپر خرچ کرو اس کے بعد پھر اور دیناروں کے متعلق سوال کیا آپ نے دوسرے اہل حقوق پر خرچ کرنے کو فرمایا تو سب سے پہلا اپنا حق ہوا اور یہاں سے ایک بات طالب علموں کے کام کی معلوم ہوئی وہ یہ کہ جب دلیل ثابت ہو گیا جتنا زیادہ علاقہ ہوگا اسی قدر حق زیادہ[5] ہوگا اب یہ سمجھو کہ تمام عقلاء اور انبیاء علیہم السلام اس پر متفق ہیں کہ انسان پر سب سے زیادہ حق خدا کا ہے یہاں تک کہ اس کے نفس سے بھی زیادہ تو معلوم ہوا کہ انسان کو سب سے زیادہ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ تعلق خدا سے ہے کیونکہ بغیر زیادہ تعلق کے حق زیادہ نہیں ہوسکتا۔ تو خدا کا تعلق

(۱) عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے (۲) تعلق (۳) وہ اپنی اصل ہو (۴) دوسرے کے حقوق کا مدار تعلق پر تھا (۵) جتنا زیادہ تعلق ہوگا اتنا ہی حق ہوگا

بندہ سے اتنا بڑا ہے کہ اس کو بھی اپنے ساتھ اس قدر نہیں کیونکہ خود اپنے سے اس کا تعلق ہونا موقوف اس پر ہے کہ اول خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق ہوا اسی سے تو اس کو اپنے سے تعلق ہوا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا[1]۔

خلاف شریعت ہمدردی

مقصود مقام یہ ہے کہ دنیا والوں میں سب سے زیادہ حق انسان پر اپنی جان کا ہے تو جو کوئی دوسرے کی ہمدردی میں کسی معصیت کا مرتکب[2] ہو کر خود گنہگار بنے اس نے بڑی حماقت کی اور عدل کے خلاف کیا کہ بڑے حق کو تلف کر کے چھوٹا ادا کیا[3]۔ اپنے کو تو خسارہ میں ڈالا مثلاً خاوند کی چوری کی اور دوسرے کو نفع پہنچایا اس لیے اس کو ہمدردی نہ کہیں گے۔ بلکہ بے وقوفی اور بے تمیزی ہو گی۔ دیکھو کھانا اسے کہیں گے جو ہضم بھی ہو جاوے اگر کوئی بے تمیز پاؤ بھر کی جگہ آدھ سیر کھا لے وے اور اس پر بھی بس نہ کرے حتیٰ کہ ساتھ کے ساتھ نکلنے لگے تو اس کو کوئی کھانا نہ کہے گا سب بے تمیزی کہیں گے۔ اور اس کھانے کو زہر سمجھیں گے۔ کیونکہ پیٹ میں رہتا نہیں ہے۔ اور مضرر ہو رہا ہے اسی طرح یہ ہمدردی ہمدردی ہے جس میں اپنا ضرر ہو۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہمدردی اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر وہ بھی جب ہی تک عمدہ ہے جب تک کہ شرع کے موافق ہے شریعت کے خلاف ہمدردی بھی مفید نہیں مثلاً کوئی عورت خاوند کے مال میں سے خیرات کرے یا کوئی اسے کسی کام میں مدد دے جو حرام ہے یہ ہمدردی نہیں بلکہ

---

(۱) یہ تو درمیان میں ایک جملہ ایسے ہی ذکر کر دیا کہ جس سے معلوم ہو گیا کہ انسان کو اپنے سے بھی زیادہ اللہ سے تعلق ہے (۲) دوسرے کی ہمدردی میں کسی گناہ کو کر گذرے اور گناہ گار ہو جائے (۳) بڑے حق کو چھوڑ کر چھوٹا ادا کیا

تم نے اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا کہ برے کام میں اعانت کی ہمدردی یہ تھی کہ اس کو برے کام سے روکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر شریعت کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو رحم کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے اسی کی جناب رسول اللہ ﷺ نے بڑے اہتمام سے تعلیم دی ہے۔ اور جن لوگوں کو دوسروں کا فکر نہیں۔ وہ جانور ہیں یہ جانور کا خاصہ ہے کہ ایک کو مرا دیکھ کر بھی بے فکری سے کھیت کھاتا رہتا ہے اس لیے انسان پر لازم ہے کہ اپنے بھائیوں خصوصاً مصیبت والوں پر رحم کرے اور مصیبت عام ہے یہاں تک کہ جو چیز ناگوار گذرے وہ بھی مصیبت ہے۔

مفہوم مصیبت

ایک مرتبہ دولت سرائے نبوی[1] میں چراغ ہوا سے گل ہو گیا حضور ﷺ نے فرمایا اناللہ وانا الیہ راجعون[2] حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ چراغ گل ہونا بھی کوئی مصیبت ہے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ جو بات اپنے کو ناگوار گذرے وہی مصیبت ہے اور اس پر اناللہ پڑھنا ثواب ہے اس پر ایک ضروری مضمون خیال میں آگیا۔ آج کل بعض عورتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ذرا سی مصیبت پر اناللہ کہے تو سمجھتی ہیں کہ یہ سب کو ماردے گا۔ اسی طرح یسین کو بھی سمجھتی ہیں کہ یہ مردے پر پڑھی جاتی ہے اگر کوئی زندہ آدمی پر پڑھ کر دم کرے تو ناگوار گذرتا ہے کہ یہ ہم کو یسین پڑھ کر مارنا چاہتا ہے۔ میرے ایک مریض دوست نے مجھ سے کہا کہ مجھ پر کچھ پڑھ کر دم کرو۔ میں نے سورہ یٰسین پڑھکر دم کردی مگر اس خوف سے کہ کہیں گھر کی عورتوں کو گراں نہ گذرے چپکے چپکے پڑھی۔

(۱) حضور ﷺ کے گھر مبارک میں (۲) البقرہ آیت ۱۰۶۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں

لوگوں کے غلط عقائد

اسی طرح ایک بات عام شکایت کی قابل یہ ہے کہ جو چیز لوگوں کے نزدیک منحوس ہوتی ہے وہ مسجد کے لیے تجویز کرتے ہیں مثلاً کیلے کا درخت یا قمری[1] پالنا جو عوام کے زعم میں اللہ[2] ہو کا ذکر کرتی ہے اس کے لیے مسجد تجویز کی جاتی ہے[3] اور فی نفسہ ذکر اللہ[4] ایک مبارک چیز ہے مگر لوگ اس خیال سے مسجد اس کے لیے تجویز نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے مسجد میں کرتے ہیں کہ گھر نہ اجڑے مسجد چاہے اجڑ جائے عوام میں مشہور ہے کہ الّو جلالی ذکر کرتا ہے اس لیے گھر کو اجاڑتا ہے اللہ اکبر استغفر اللہ لوگ کہاں تک بے ادب ہوگئے ہیں کہ اللہ کے نام کو بھی منحوس کہتے ہیں۔ ارے صاحبو! اللہ کا نام تو وہ مبارک نام ہے کہ جس کی بدولت دنیا قائم ہے حدیث میں وارد ہے[5] کہ جب دنیا میں اللہ کا نام لینے والا ایک بھی نہ رہے گا جب قیامت آوے گی۔ بے وقوفوں نے یہ بات گھڑی ہے کہ اللہ کے ذکر سے مکان ویران ہوتا ہے یہ سخت بے ادبی ہے۔ اللہ کے نام میں تو ہر طرح برکت ہی برکت ہے اور سورہ یٰسین اور اناللہ تو پوری سورت اور پوری آیت ہے جس میں وہ نام پاک بھی ہے اس میں تو اور بھی زیادہ برکت ہوگی تو اناللہ سے برکت بڑھتی ہے نہ کہ جاتی ہے۔ تو دیکھو حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنی سی مصیبت یعنی چراغ گل ہوجانا بھی مصیبت ہے لہذا کسی کو ذرا سی بھی تکلیف ہو تو اس کو بھی مصیبت کہیں گے تو معلوم ہوا کہ مصیبت کا مفہوم بہت عام ہے اس کے بہت سے افراد نکلیں گے۔ اور ہر مصیبت زدہ کا مسلمانوں پر حق

---

(۱) فاختہ (ایک جانور ہے) (۲) عوام کا یہ خیال ہے کہ فاختہ اللہ ہو کہتی ہے (اگرچہ یہ بات ثابت نہیں) (۳) یعنی اگر فاختہ پالنی ہو تو مسجد میں پالو (۴) اپنی ذات کے اعتبار سے اللہ کا ذکر (۵) حدیث میں آیا ہے

ہے سب پر اس کی ہمدردی اور غمخواری[1] واجب ہے۔

ہر مصیبت پر مخصوص اجر

یہاں تک کہ حدیث میں ہے کہ جو کوئی مریض کو صبح صبح جا کر پوچھے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک دعا کرتے ہیں اور شام کو پوچھے تو اتنے ہی فرشتے صبح تک دعا کرتے ہیں۔ اور دیکھیے مریض کی عیادت کرنا بھی ایسا ہی کام ہے کہ اس میں اپنے کو بھی حظ[2] آتا ہے تو اگرچہ یہ کام اپنی راحت کا بھی ہے مگر اس پر بھی کس قدر ثواب ہے۔ تو شریعت نے کتنی رعایت کی ہے کہ مریض کے پوچھنے کی اس قدر ترغیب دی ہے اور اس پر اتنا ثواب دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بیمار کی خدمت بھی کردے تو سمجھیے کس قدر ثواب ہوگا۔ اسی لیے فرمایا ہے حضور ﷺ نے کہ میں اور یتیم کا کفیل یعنی پرورش کرنے والا جنت میں ایسے پاس پاس ہوں گے جیسے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی۔ مطلب یہ ہے کہ جگہ دونوں کی جنت ہوگی مگر حضور ﷺ اس سے بڑھے ہوئے رہیں گے کیونکہ نبی ہیں جیسے کہ ایک انگشت اپنے پاس کی انگلی سے بڑھی ہوئی ہے البتہ ایسے شخص کو قرب حضور ﷺ سے ضرور نصیب ہوگا تو صاحبو! حضور ﷺ کا قرب کتنی بڑی دولت ہے۔ ایسے ہی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بیوہ عورتوں کے کاموں میں سعی[3] کرے اس کی بڑی فضیلت ہے۔

استغفراللہ[4] یہ سب مضمون حدیثوں میں ہے غرض احادیث نبویہ سے ہر مصیبت پر خاص خاص اجر معلوم ہوتا ہے اور کسی جگہ سب طرح کے مصیبت زدہ جمع ہوں کہ کوئی بیمار ہے کوئی زخمی ہے کوئی یتیم ہے اور کوئی بیوہ تو ایسی جگہ

(۱) غم کو بانٹنا (۲) مزہ (۳) کوشش (۴) میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

امداد کرنا کس درجہ زیادہ ضروری ہوگا مگر میں یہ پھر کہوں گا کہ خلاف شریعت کوئی کام نہ کریں مثلاً عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ شوہر کی چیز بلااجازت اس چندہ میں دیں اور جو چیز ان کی ملک ہو اگرچہ اس کا بلااجازت دینا جائز ہے مگر حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت شوہر سے مشورہ کرکے دے البتہ اگر عورتیں اپنے شوہر کو سمجھا کر قربانی کی کھال نافع چندوں میں داخل کرادیا کریں یہ بہت بہتر ہے یا زکوۃ بھی لیکن مشروع[1] طریقہ سے۔

تملیک زکوۃ

اب میں وہ مشروع طریقہ بتلاتا ہوں سو جو لوگ زکوۃ یا چرم قربانی کا روپیہ ایسے مواقع میں دینا چاہیں ان کے لیے ایک خاص تدبیر ہے اور جو لوگ اسے نہ سمجھ سکیں وہ میرے پاس روپیہ بھیجدیں میں درست کرکے بھیجدوں گا۔ مگر وہ طریقہ بتلائے دیتا ہوں تاکہ سمجھدار لوگ اس پر عمل کرلیں وہ تدبیر یہ ہے کہ اول کسی غریب آدمی کو ترغیب اور مشورہ دو کہ اگر مفت کا ثواب لینا چاہتے ہو تو تم دس روپے مثلاً کسی سے قرض لیکر فلاں چندہ میں دیدو پھر ہم تمہارا قرض ادا کردیں گے۔ جب وہ غریب کسی سے قرض لیکر چندہ میں دیدے تم اس غریب کو وہ زکوۃ کا روپیہ دیدو کہ اس کو اپنے قرضہ میں ادا کردے تو سارا کام ہوگیا چندہ بھی جمع ہوگیا اور زکوۃ اور چرم قربانی کی قیمت بھی جائز طور پر ادا ہوگئی - یہ نہایت آسان ترکیب ہے مگر کسی کی سمجھ میں اگر اب بھی نہ آئی ہو تو وہ زکوۃ اور قربانی کا روپیہ میرے پاس بھیجدیں[2] میں اسی ترکیب سے درست کردوں گا اور عورتوں کو میں پھر کہتا

(۱) شریعت نے جو طریقہ اس کے دینے کا بتایا ہے اسطرح دے (۲) اب کسی معتبر دینی ادارے میں جہاں شرعی طور پر تملیک کرکے استعمال کیجاتی ہو بھیجدے یا دارالعلوم الاسلامیہ میں بھیجدے یہاں اس کا انتظام ہے

ہوں کہ اول تو اپنی گنجائش دیکھ کر اس اعانت میں حصہ لیں دوسرے اپنے شوہروں کو راضی کریں مگر دباؤ نہ ڈال کر نہیں۔ اسی لیے ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ اگر عورتیں زیور دیں گی تو ہم زیور لینا پسند نہ کریں گے البتہ جس کی ہمت ہو نقدی دے نقد لے لیں گے اس میں مرد کو بھی ناگوار نہ ہوگا کیونکہ نقد روپیہ تو کسی روز ہی خرچ ہوتا ہے اور زیور کا دینا مردوں کو گراں گذرتا ہے اسی لیے میں ہر جگہ عورتوں کو نصیحت کیا کرتا ہوں کہ زیور میں بہت سخاوت نہ کیا کریں۔ اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اور امداد کے طریق کی تلخیص کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کی تکلیف سے دل میں درد پیدا ہونا چاہیے اور جان سے مال سے اور یہ بھی نہ ہو تو کم از کم زبان سے دعا ہی کرو اس کا ثواب بھی ان لوگوں کے حق میں جن کے پاس مال نہیں ہے مال خرچ کرنے والوں سے کم نہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت یہ مضمون مجھے بیان کرنا تھا جو بیان ہوچکا، اسی کو جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء (1).

اب دعا کیجیے کہ جس جگہ شریعت کا حکم رحم کرنیکا ہے وہاں حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں رحم پیدا کردے اور حق پر ہمیشہ عامل رکھے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين وصلى الله تعالىٰ وسلم على خير خلقه سيدنا ومولانا محمدوعلى آله وصحبه اجمعين.

اشرف علی ۲۳/ رجب سنہ ۱۳۵۱ھ

(۱) رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا۔

مدارس دینیہ کے لئے

ایک دستور العمل

شعبہ نشر اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ فون ۴۴۸۰۶۰ — ۵۴۱۴۳۸۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس دینیہ میں طلباء کی دینی تعلیم کا اہتمام تو ہوتا ہے مگر انکی اخلاقی تربیت کی طرف توجہ کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے طلبا میں دین کا ذوق اور رنگ نمایاں نہیں ہوتا۔ نہایت ادب کے ساتھ ارباب اہتمام اور اساتذہ کی خدمت میں ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ :

۱۔ طلباء میں لباس دینی وضع قطع اور اخلاق کی تربیت کا اہتمام کیجئے

۲۔ ٹخنے کھلے رکھنے کی عادت ڈالئے صرف نماز کے وقت نہیں بلکہ ہر وقت۔

۳۔ ننگے سر پھرنے سے طلباء کو سختی سے منع کیجئے۔

۴۔ نماز جماعت سے پڑھنے کی خاص تاکید کیجئے اس میں غفلت قابل مواخذہ ہونی چاہئے۔

۵۔ جس اہتمام سے اساتذہ وضو کے مسائل پڑھاتے ہیں گاہے گاہے طلباء کو بٹھا کر وضو کرنا سکھایئے اور ان سے وضو کروا کر دیکھئے۔ عملی مشق اور اصلاح کیجئے۔

۶۔ حفظ و ناظرہ کے درجات میں جیسے نماز سکھانے کا اہتمام ہوتا ہے بڑے طلباء کو بھی کبھی کبھی نماز اپنے سامنے پڑھوا کر دیکھئے غلطی ہو تو اصلاح کیجئے۔

۷۔ اذان اور تکبیر کہنا سکھایئے اور بار بار پوری توجہ سے اذان کہلوا کر اور تکبیر کہلوا کر دیکھیں غلطی پر توجہ دلایئے۔

۸۔ ہر عمل میں سنت پر عمل کی نگرانی بہت ضروری ہے

یقیناً ہماری انفرادی اجتماعی ملکی اور علاقائی تمام پریشانیوں کا حل رجوع الی اللہ میں ہے اسباب بھی کسی درجہ میں مفید ہوتے ہیں مگر نظر مسبب الاسباب پر ہونی

ضرورت ہے اس کے لئے طلباء بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

۱۔ روزانہ فجر کی نماز کے بعد یا مدرسہ کے تعلیمی اوقات شروع ہونے کے بعد صرف پندرہ منٹ کے لئے اساتذہ و طلباء جمع ہو کر چند افراد ختم خواجگان پڑھ لیں اور چند افراد منزل پڑھ لیں پھر سب مل کر اپنے لئے مدرسہ کیلئے طلباء و اساتذہ کیلئے اپنے ملک کیلئے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تمام مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے اور مدارس دینیہ کی مالی مشکلات کے حل کیلئے دعا کر لیں اس کے بعد اپنے اسباق میں مشغول ہو جائیں۔

۲۔ حفظ و ناظرہ کے درجات میں خصوصاً اور دوسرے درجات میں عموماً چھٹی سے صرف پانچ منٹ پہلے استاذ تمام طلباء کے ہاتھ اٹھوا کر یوں دعا کرا دیں کہ یا اللہ صبح سے اب تک ہم نے جتنا قرآن پاک تلاوت کیا ہے ہماری طرف سے اس کا ثواب جناب رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے صدقہ میں پوری امت مسلمہ کو عطا فرما۔

یا اللہ اس تلاوت کی برکت سے مسلمانوں کی تمام پریشانیاں دور فرما تمام آفات سے مسلمانوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ اس تلاوت کی برکت سے ہمارے مدرسہ اور تمام مدارس کی جملہ ضرورتوں کی غیب سے مدد فرما ارباب مدارس کو انسانوں کا محتاج نہ بنا اپنے خزائن غیب سے عزت و سہولت کے ساتھ خیر کثیر عطا فرما۔ آمین

انشاءاللہ اس عمل سے خیر و برکت کے دروازے کھل جائیں گے۔

مشرف علی تھانوی

خادم دارالعلوم اسلامیہ لاہور

ختم خواجگان چشت

اول وآخر ۱۱ ۱۱ بار درود شریف

۳۶۰ مرتبہ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَامَلْجَاءَ
وَلَامَنْجَاءَ مِنَ اللّٰه اِلَّا اِلَيْهِ

۳۶۰ مرتبہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَ
وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

۳۶۰ مرتبہ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَامَلْجَاءَ
وَلَامَنْجَاءَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ

اس کے بعد جو دعائیں مانگی جائیں بزرگوں کا تجربہ ہے کہ وہ قبول ہوتی ہیں

شعبہ نشر واشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
[illegible]